حقوق العباد

معاشرتی زندگی میں اگر سب لوگوں کو ان کے جائز حقوق ملتے رہیں، تو وہ سکون و اطمینان کے ساتھ اپنی صلاحیتیں معاشرے کی ترقی کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح ماحول خوشگوار بن سکتا ہے، جسے حسنِ معاشرت کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس آپس میں ایک دوسرے کا حق مارنے کی روش، بے چینی اور کش مکش پیدا کرتی ہے۔ اس سے معاشرے کا نظم بگڑتا ہے اور تخریبی رجحانات تعمیری صلاحیتوں کو مفلوج کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں بھی انسان کو اپنی ہدایات سے محروم نہیں رکھا۔ اس نے انسانوں کے درمیان حقوق کا واضح تعین کر کے ان کی ادائگی کو اپنی خوشنودی اور ادا نہ کرنے کو اپنی ناخوشی کا سزاوار ٹھہرایا۔ چنانچہ ایک سچا مسلمان حقوقُ العباد کو بھی حقوقُ اللہ ہی کی طرح محترم سمجھتا اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

والدین کے حقوق

معاشرے میں انسان کو جن ہستیوں سے سب سے زیادہ مدد ملتی ہے وہ والدین ہیں۔ جو محض اس کے وجود میں لانے کا ذریعہ ہی نہیں ہوتے، بلکہ اس کی پرورش اور تربیت کا بھی سامان ہوتے ہیں۔ دُنیا میں صرف والدین ہی کی ذات ہے جو اپنی راحت اولاد کی راحت پر قربان کر دیتی ہے۔ ان کی شفقت، اولاد کے لیے رحمت باری کا وہ سائبان ثابت ہوتی ہے، جو انھیں مشکلاتِ زمانہ کی دھوپ سے بچا کر پروان چڑھاتی ہے۔ انسانیت کا وجود اللہ تعالیٰ کے بعد والدین ہی کا مرہونِ منت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر اپنے بعد انھی کا حق ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ
الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝
وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

(سورہ الاسراء : 22، 23)

ترجمہ: اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ پوجو اس کے سوائے۔ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر پہنچ جائیں تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک ان میں سے، یا دونوں، تو نہ کہہ ان کو "ہوں!" اور نہ جھڑک ان کو۔ اور کہہ ان سے بات ادب کی۔ اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کر کے، نیازمندی سے، اور کہہ اے رب، ان پر رحم کر، جیسا پالا انھوں نے مجھ کو چھوٹا سا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ والدین کا نافرمان شخص جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوڑھے والدین کی خدمت پر بہت زور دیا ہے، کیونکہ وہ اپنی زندگی کی صلاحیتیں اور توانائیاں اولاد پر صرف کر چکے ہوتے ہیں۔ اس لیے اولاد کا فرض ہے کہ ان کے بڑھاپے کا سہارا بن کر احسان شناسی کا ثبوت دے۔ ایک بار آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی محفل میں ارشاد فرمایا۔ "ذلیل و خوار ہوا۔ ذلیل و خوار ہوا۔ ذلیل و خوار ہوا۔" صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا۔ "کون؟ یا رسول اللہ!" ارشاد فرمایا "وہ جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، پھر ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی۔"

اولاد کے حقوق

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ ایک زمانے میں انسان کی سنگ دلی اس درجے کو پہنچ گئی تھی کہ وہ اپنی اولاد کو قتل کر ڈالتا تھا۔ اسلام نے انسان کے دل میں سوئے ہوئے جذبۂ رحم د

اُلفت کو جگایا اور دُنیا سے قتلِ اولاد کی سنگدلانہ رسم کا خاتمہ کیا۔ اور اولاد کو اپنے والدین سے محبّت و شفقت کی نعمت ایک بار پھر ملی۔ قرآن حکیم میں معاشرے کی دیگر برائیوں کے ساتھ قتلِ اولاد سے بھی اِن الفاظ میں منع فرمایا۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ○

(سورہ الاسراء : 31)

ترجمہ:۔ اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے۔ ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو بے شک ان کا مارنا بڑی خطا ہے۔

ایک صحابی رضؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسُول اللہ! سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "شرک" انھوں نے دریافت کیا۔ "اس کے بعد" آپؐ نے فرمایا۔ "والدین کی نافرمانی"۔ عرض کیا "اس کے بعد" ارشاد ہوا۔ "تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمھارے کھانے میں حصّہ بٹائے گی"۔

تعلیماتِ اسلامی کے تحت والدین پر اولاد کے متعدد حقوق عائد ہوتے ہیں۔ مثلاً۔

1۔ زندگی کا حق۔

2۔ بنیادی ضروریات کی فراہمی، یعنی کھانے پینے، رہائش اور علاج کا حق۔

3۔ حسبِ مقدور تعلیم و تربیت کا حق۔

اگر والدین یہ جملہ حقوق بحسن و بخوبی ادا کرتے رہیں، تو نہ صرف یہ کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، بلکہ ان کی اولاد ان کے بڑھاپے کا سہارا بنتی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اولاد کے حقوق کی ادائیگی پر اپنے آرام و آسائش کو مقدم رکھتے ہیں، ان کی اولاد ان کی آخری عمر میں انھیں بے سہارا چھوڑ دیتی ہے والدین کا فرض ہے کہ جہاں اپنی اولاد کو روزی کمانے کے قابل بنانے کی تدبیر کرتے رہیں، وہاں ان میں فکرِ آخرت بھی پیدا کریں اور عملِ صالح کی تربیت دیں۔ اللہ تعالیٰ

نے والدین کی ذمہ داری کو بڑے بلیغ انداز میں بیان فرمایا۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (سورہ التحریم : 6)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

بلاشبہ اگر والدین خدا اور رسول کے حکم کے مطابق اپنی اولاد کے حقوق بطریقِ احسن ادا کریں اور اسے نیکی کی راہ پر لگائیں، تو نہ صرف یہ کہ وہ دُنیا میں ان کی راحت کا سامان بنے گی، بلکہ آخرت میں بھی ان کی بخشش کا ذریعہ ہو گی۔

میاں بیوی کے باہمی حقُوق

مُعاشرے کی بُنیادی اِکائی گھر ہے، اور گھر کے سکون اور خوشحالی کا اِنحصار میاں بیوی کے خوشگوار تعلقات پر ہے۔ اس کی عمدگی محض دو افراد ہی کی نہیں، بلکہ دو خاندانوں اور اس کے نتیجے میں پورے معاشرے کی شادمانیوں کا سبب بنتی ہے۔ اگر ان کے تعلقات میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو یہ صورتِ حال بہت سے رشتوں کو کمزور کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زوجین کے حقُوق کا تعین فرماتے ہوئے ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے:۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ

(سورہ البقر: 228)

ترجمہ:۔ اور عورتوں کا بھی حق ہے۔ جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق، اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔

لیکن یہ درجہ محض گھر کا انتظام ایک زیادہ باہمت، حوصلہ مند اور قوی شخصیت کے سپُرد کرنے کے لیے ہے، عورتوں پر ظلم روا رکھنے کے لیے نہیں۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے خواتین کا شرف بحال کیا اور مردوں کو ان پر حکومت کا اختیار دینے کی بجائے ان کی حفاظت کی ذمہ داری سپُرد کی اور تلقین کی کہ بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک

کو خیر اور اچھائی کا معیار بتایا۔ ارشاد فرمایا:

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ

ترجمہ:۔ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہے۔

ایک بار ایک صحابیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! بیوی کا اپنے شوہر پہ کیا حق ہے؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "جو خود کھائے اسے کھلائے۔ جیسا خود پہنے، ویسا اسے پہنائے۔ نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے، نہ اسے بُرا بھلا کہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیویوں کے حقوق کا اتنا خیال تھا کہ خطبۂ حجۃُ الوداع میں ان سے حُسنِ سلوک کی تلقین فرمائی۔ دوسری جانب اللہ تعالیٰ نے نیک بیویوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ (سورہ النساء : 34)

ترجمہ:۔ پس جو عورتیں نیک ہیں، فرمانبردار ہیں، نگہبانی کرتی ہیں پیٹھ پیچھے۔

جہاں مرد کو مُنتظمِ اعلیٰ کی حیثیت سے بیوی بچوں کی کفالت اور حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی۔ وہاں عورتوں کو پابند کیا گیا کہ وہ مردوں کی وفادار اور اِطاعت گزار بن کر رہیں۔ ایک مسلمان بیوی کے لیے شوہر کی جو حیثیت ہوتی ہے، اس کا اندازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے ہوتا ہے۔ "اگر میں خدا کے علاوہ کسی اور کو سجدے کا حکم دیتا تو بیوی سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔" شوہر کو بھی نصیحت کی گئی ہے کہ اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بیوی پر سختی نہ کرے، بلکہ اگر اس میں کچھ خامیاں بھی پائی جاتی ہوں تو درگزر کرے اور اس کی خوبیوں کی قدر کرے۔ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّ یَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا ۝ (سورہ النساء : 19)

ترجمہ: اور گزران کرو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح۔ پھر اگر وہ تم کو نہ بھاویں۔ تو شاید تم کو پسند نہ آوے ایک چیز اور اللہ نے رکھی ہو اس

میں بہت خوبی۔

اس بات کی تشریح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارک سے ہوتی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "اپنی بیویوں میں کوئی برائی دیکھ کر ان سے نفرت نہ کرنے لگ جاؤ۔ اگر تم غور کرو گے تو تمھیں ان میں کوئی اچھائی بھی ضرور نظر آجائے گی"۔

رشتہ داروں کے حقوق

والدین اور اولاد اور شریکِ حیات (بیوی) کے حقوق کے بعد اسلام رشتہ داروں کے حقوق پر زور دیتا ہے۔ کیونکہ معاشرتی زندگی میں انسان کا واسطہ اہلِ خانہ کے بعد سب سے زیادہ انھی سے پڑتا ہے۔ اگر خاندان کے افراد ایک دوسرے کے حقوق اچھے طریقے سے ادا کرتے رہیں تو پورے خاندان میں محبت اور اپنائیت کی فضا قائم ہو گی، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو نفرت اور دوری پیدا ہو جائے گی، اور آئے دن کے جھگڑوں سے خاندان کا سکون برباد ہو کر رہ جائے گا۔ اور پورا معاشرہ امن سے محروم ہو جائے گا۔ قرآن اور حدیث دونوں میں صلۂ رحمی یعنی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کی بار بار تلقین کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ (سورہ الاسراء : 26)

ترجمہ:۔ رشتہ دار کو اس کا حق دو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ

ترجمہ:۔ رشتہ داروں سے تعلق توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے ضرورت مند رشتہ داروں کی ضروریات کا خیال رکھیں، تاکہ انھیں غیروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ تلقین کی گئی ہے کہ جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرو، اس میں ترجیح اپنے رشتہ داروں کو دو اور پھر ان کے ساتھ جو

سلوک کرو اس پر انھیں طعنے دے کر اپنے اجر و ثواب کو برباد نہ کرو۔ انھیں احساسِ تنہائی اور احساسِ کمتری کا شکار نہ ہونے دو۔ ان کی شادی، غمی میں شریک ہو۔ رشتے داروں کے ذریعے امداد کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان کی عزتِ نفس مجروح نہیں ہوتی اور مقصد پورا ہوجاتا ہے۔ جب کہ غیروں سے مدد طلب کرنے میں اپنی ہی نہیں، خاندان کی عزت بھی گھٹتی ہے۔ اگر ہم میں سے ہر شخص خدا اور رسولؐ کی ہدایات کے مطابق اپنے رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھے تو معاشرہ بہت سی خرابیوں سے محفوظ رہے گا۔

اساتذہ کے حقوق

اسلام نے جہاں مسلمانوں پر حصولِ علم کو فرض قرار دیا، وہاں اُستاد کو بھی ایک باعزت مقام عطا کیا۔ تاکہ اس کی وجاہت سے علم کا وقار بڑھے اور علم سے انسانیت کا۔ استاد کا یہ اعزاز کیا کم ہے کہ اسے اس پیشے کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک خصوصی نسبت حاصل ہے۔ جیسا کہ ارشادِ رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا

ترجمہ:۔ مجھے تو معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

استاد علم دے کر نئی نسل کی صحیح نشو و نما اور اس کے فکر و نظر کی اصلاح کرتے ہیں۔ نئی نسل انہی کے فراہم کردہ سانچوں میں ڈھلتی ہے۔ استاد کے اعزاز و احترام کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تیرے تین باپ ہیں، ایک وہ جو تجھے عدم سے وجود میں لایا، دوسرا وہ جس نے تجھے اپنی بیٹی دی، تیسرا وہ جس نے تجھے علم کی دولت سے مالا مال کیا۔"

مُعلّم کی حیثیت علم کی بارش کی سی ہوتی ہے۔ اور طلبہ کی حیثیت زمین کی۔ جو زمین بارش کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، وہ بارش کے فیض سے سرسبز و شاداب ہوجاتی ہے اسی طرح جو شاگرد اپنے استادوں کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتا ہے، وہ علم

کے ثمرات سے مستفید ہوتا ہے۔ یہ حوصلہ اور ظرف بھی، والدین کے علاوہ صرف استاد ہی کا ہوتا ہے، کہ وہ اپنے شاگرد کو خود سے آگے بڑھتے دیکھ کر حسد کرنے کی بجائے خوش ہوتا ہے، کیونکہ حقیقت میں وہ اپنے طلبہ کی کامیابیوں کو اپنی ہی کامیابیاں سمجھتا ہے۔ مسلمانوں میں استاد کی احسان شناسی اور احترام کا اندازہ کچھ اس رواج سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ شاگرد استاد کے نام کو اپنے نام کا حصّہ بنا لیتے تھے، اور اس طرح لائق شاگردوں کے ذریعے استاد کا نام زندہ رہتا تھا۔

ہمسایوں کے حقُوق

انسان کو روزمرہ زندگی میں اپنے ہمسایوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ کسی تکلیف یا بیماری کے وقت پڑوسی ہی وہ شخص ہوتا ہے جس کی مدد سب سے پہلے اور بآسانی دستیاب ہوتی ہے۔ جب کہ عزیز و اقارب تو اِطلاع ملنے پر بہُت دیر سے پہنچتے ہیں۔ مسجد میں نماز کی ادائیگی کے وقت بھی پڑوسی سے روزانہ ملاقات ہوتی ہے۔ پڑوسی اور اس کے اہل و عیال کے اَخلاق و کردار سے خود ہمارے گھر والے بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور اگر پڑوسی بُرا ہو تو اس سے انسان کا ناک میں دم آجاتا ہے۔ اسلام نے پڑوسی کے حقوق پر بڑا زور دیا ہے اور پڑوسیوں کی تین قسمیں الگ الگ بیان کر کے ان سب سے حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے:۔

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ

(النساء : 36)

یعنی

وہ پڑوسی جو رشتے دار بھی ہو۔

وہ پڑوسی جو ہم مذہب یا رشتے دار نہ ہو۔

عارضی پڑوسی مثلاً ہم پیشہ، ہم جماعت، شریکِ سفر یا ایک ہی جگہ ملازمت یا کاروبار کرنے والے۔

ہمسایوں سے حُسنِ سلوک کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے۔ چند ارشادات درجِ ذیل ہیں :۔

(الف) وہ شخص مومن نہیں جو اپنے ہمسائے کی بھوک سے بے نیاز ہو کر شکم سیر ہو۔

(ب) تم میں سے افضل وہ ہے جو اپنے ہمسائے کے حق میں بہتر ہے۔

(ج) اگر پڑوسی کو مدد کی ضرورت پڑے تو اس کی مدد کرو۔ قرض مانگے تو اسے قرض دو۔ محتاج ہو جائے تو اس کی مالی امداد کرو۔ بیمار پڑ جائے تو علاج کرواؤ۔ اور مر جائے تو جنازے کے ساتھ قبرستان جاؤ۔ اور اس کے بچّوں کی دیکھ بھال کرو۔ اگر اسے کوئی اعزاز حاصل ہو تو اسے مبارکباد دو۔ اگر مصیبت میں مبتلا ہو جائے، تو اس سے ہمدردی کرو۔ بغیر اجازت اپنی دیوار اتنی اُونچی نہ کرو کہ اس کے لیے روشنی اور ہوا رک جائے۔ کوئی میوہ یا سوغات وغیرہ لاؤ تو اسے بھی بھیجو۔

(د) حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں اتنی شدت سے تاکید فرماتے تھے کہ ہم یہ سوچنے لگے کہ شاید میراث میں بھی پڑوسیوں کا حصّہ رکھ دیا جائے گا۔ (بخاری۔ ادب)

(ہ) ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محفل میں ایک عورت کا ذکر آیا کہ وہ بڑی عبادت گزار اور پرہیز گار ہے۔ دن میں روزے رکھتی ہے اور رات کو تہجد ادا کرتی ہے لیکن پڑوسیوں کو تنگ کرتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا "وہ دوزخی ہے"۔ ایک دوسری عورت کے بارے میں عرض کیا گیا کہ وہ صرف فرائض (عبادات) ادا کرتی ہے لیکن ہمسایوں کے حقُوق کا خیال رکھتی ہے حضورؐ نے فرمایا "وہ جنتی ہے"۔

(و) حضورؐ نے تین مرتبہ قسم کھا کر فرمایا کہ وہ شخص کامل مومن نہیں جس کی شرارتوں اور اذیتوں سے اس کے پڑوسی امن میں نہ ہوں۔

غیر مُسلموں کے حقُوق

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بات کی صراحت فرما دی ہے کہ کافر اور مشرک ہرگز ہرگز مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ لیکن اس کے باوجود غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کی ہدایت کی ہے۔ یہ صرف اِسلام کی خصوصیت ہے کہ وہ غیر مسلموں کو مسلمانوں کے سے شہری حقُوق عطا کرتا ہے اور مسلمانوں کو تلقین کرتا ہے کہ وہ ان سے شفقت آمیز برتاؤ کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ

(سورہ المائدہ : 8)

ترجمہ:۔ اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔ عدل کرو۔ یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے۔

اسلام چاہتا ہے کہ اس کے پیروکار غیر مسلموں سے ویسا ہی برتاؤ کریں جیسا ایک ڈاکٹر مریض سے کرتا ہے۔ اسی حُسنِ سلوک سے مسلمانوں نے ہمیشہ غیر مسلم اقوام کے دل جیتے۔